IMPACT FACTOR 5.473(SJIF)

UPA NATIONAL E-JOURNAL

Interdisciplinary Peer-Reviewed IndexedJournal

Special Issue :Volume -9 : Issue-1 (March-2023)

ISSN 2455-4375

طاہرہ صفّار زادہ کے شعری افکار کا جائزہ: اسلام کے آفاقی نظریات کی روشنی میں

Dr.Sayyad Sajjad Sayyad Mushtaque

Assistant Professor and Head Department of Persian

Arts Commerce College, Yeoda, TQ: DaryapurDist: Amravati (M.S)

Cell No. 9960246231

sayyadsajjad179@gmail.com

طاہر ہ صفارزادہ ۱۸ نومبر ۱۹۳۱ ء کو صوبہ کرمان کے شہر سیرجان میں ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے صاحب درویش کے گھر پیدا ہوئیں۔(۱) وہ شیعہ گھرانے سے تعلق رکھنے والی ایک دیندار اور پاکیزہ نفس نیک خاتون تھیں ۔ ان کے والد کا نام درویش تھا وہ ایک صوفی منش،شیعانِ علی اور مذہبی مزاج کے حامل بزرگ تھے۔ طاہرہ کےسر سے والدین کا سایہ بچپن میں ہی اٹھ گیا تھا۔ والدین کی وفات کے بعد ان کی، بہن سیمین اور بھائی جواد کی پرورش کی ذمہ داری ان کی دادی بی بی مرصع نے سنبھالی اورخاندان کے صوفیانہ ماحول کے مطابق انھیں سب سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم دی گئی،وہ فرماتی ہیں۔

(۲) مکتب خانه و درسی که ملاباجی به من آموخت،بزرگ ترین ثروت در تمام عمرم شد.

طاہرہ نے مکتب میں ۶ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، قرآن کو حفظ کرنے کے بعد طاہرہ نے دبستان میں داخلہ لیا اور کرمان میں ہی اپنی ہائی اسکول تک کی تعلیم حاصل کیں اور ششم ادبی میں کلاس میں اول آئیں۔
طاہرہ صفار زادہ بچپن ہی سے کتاب دوست ثابت ہوئیں تھی اور وہ اپنے خالی اوقات کو کتابوں کے مطالعے میں گزارتی تھیں،طاہرہ کو کتابوں کے مطالعے اور لکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا یہی وجہ ہے کہ وہ پرائمری اسکول کے زمانے سے ہی ایک شاعرہ کی حیثیت سے متعارف ہوچکی تھیں، پرائمری اسکول اور ہائی اسکول کی تعلیم کے درمیان بھی اساتذہ نے ان کے شوقِ شعر گوئی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور ہر موڑ پر طاہرہ کی ہمت افزائی کرتے رہے،اسی خامہ فرسائی کا نتیجہ تھا کہ طاہرہ نے دبیرستان کے سال اول میں جب کہ ان کی عمر ۱۳ سال تھی، اپنی پہلی نظم بینوا و زمستان لکھی جو کہ (۳)اسکول کے وال پیپر پر چسپاں کی گئی۔
علاوہ ازیں ڈاکٹر باستانی پاریزی نے اس جوہرِ ناتراش کو پہچانا اور ہمیشہ اس کی تربیت کرتے رہے اور شوقِ شعر گوئی کو پروان چڑھاتے رہے، یہی وجہ ہے کہ جب طاہرہ نے ہائی اسکول کے درجے چہارم کی طالب علمی کے زمانے میں دیوانِ جامی کی ایک جلد پر تبصرہ لکھا تھا تو استاد ڈاکٹر باستانی پاریزی نے اس تبصرے پر تمہیدی نوٹ لکھ کر اس تبصرے کو مستند بنا دیا تھا۔
ہائی اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد طاہرہ اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ چلی گئیں اور ایم ایف اے کورس کی تکمیل کے بعد ایران واپس لوٹ آئیں اور بہت زیادہ رخنہ اندازیوں، ناہمواریوں اور مشکلات کو سَر کرنے کے بعد طاہرہ دانش گاہ ملی (شہید بہشتی) میں ملازمت پانے میں کامیاب ہوگئیں،لیکن انھوں نے بہت جلد اس حقیقت کو جان لیا کہ یونیورسٹی زندانِ محترم کا درجہ رکھتی ہے۔ اس وقت تک طاہرہ ایک پختہ سخنورہو چکی تھیں، یہی وجہ ہے کہ طاہرہ نے عصری تقاضوں، مستضعفین کی حمایت اور امریکہ و انگلستان کی نوآبادیاتی استعماریت کےخلاف آواز بلند کیں، لیکن اس کے باوجود بھی وہ دس سال خاموش رہیں لیکن ان کی بے باک نظم نے انھیں ہدف بنوایا اور کچھ رسائل نے جو رضا شاہ کے حمایتی تھے انکی منظومات "سفر اول" اور "سفر زم زم" کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کی یہ نظمیں استعماریت کےخلاف تھیں، اس ضمن میں وہ فرماتی ہیں؛

در شبکه ای از توطئه ها قرار داشتم؛ رسانه ها شایعه می ساختند، خبر جعل می کردند، دروغ می نوشتند، عکس مونتاژ می کردند، شعرم را مسئله می کردند و بسیاری شرارت های دیگر که موجب شده بود تا سال های پیش از انقلاب تمام ارتباطم با رسانه های گروهی به نوشتن تکذیب نامه محدود شود۔(۴)

خانم طاہرہ اپنے مشاہدات و تجربات کو نظم کرنے کے لیے قرآنی اور دینی تشبیہات و استعارات کا استعمال کرتی ہیں اور اساطیر سے حتی الامکان دامن کش رہتی ہیں، اگرچہ انھیں اس سے کلی پرہیز نہیں، دراصل انھوں نے اصلاح معاشرہ کے لیے اپنے فن کو وقف کر دیا تھا، وہ غوروفکر کرنے والی خاتون تھیں، لہذا عام مسائل پر اور ایران کے سیاسی حالات پر اپنا نقطہ نظر رکھتی تھیں،
طاہرہ بہت حساس طبیعت کی حامل تھیں اور قوم و ملت کی زبوں حالی کو دیکھ کر وہ پریشان رہتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں قوم کے تئیں ہمدردی، محبت اور اخوت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے ۔ انہیں عوامل نے ان کی شاعری میں ایک خاص جگہ بنائیں اور ان کی پوری شاعری قوم و ملت کے نام ہوگئی۔انہیں اسباب کی بناء پر طاہرہ صفار زادہ کو اہل ایران اقبال کی مانند ایک فلسفی و مفکر شاعرہ تسلیم کرتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے بھی اقبال کی مانند مغرب میں تعلیم مکمل کی اور ان کا بھی معاملہ یہ رہا کہ؛
"مسلماں کو مسلماں کردیا طوفان مغرب نے"

ذیل کی سطور میں ان کے افکار کا جائزہ لیا جارہا ہے؛

سیاسی افکار

صفار زادہ نے کئی تعلیمی سفر کئے تھےاور اقوام عالم کی زندگی کے اتار چڑھاؤ کو بہت قریب سے دیکھا تھا، انہی مشاہدات کی وجہ سے ان کی منظومات میں سیاسی افکار کی فراوانی ہے۔ وہ ایرانی شعراء کے اس گروہ میں شامل ہیں،جنھوں نے سامراجی نظام کے خلاف اپنی نظموں میں نہایت جرأت کے ساتھ آواز اٹھائی۔ انھوں نے جدت و تازگی کے ساتھ فارسی شاعری کو نئے افق بخشے یعنی اس میں سیاسی تنقید کے موضوع کو تازگی بخشی۔ اس مضمون کو صفارزادہ نے خوبصورت طنز ، نیشدار کنایوں اور زیبا استعاروں کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ ظالموں کو بے نقاب کریں اور ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کریں۔

خانم صفارزادہ کی سیاسی پیچ و خم سے آگاہی مغرب میں حصول علم کا نتیجہ ہے۔ بالخصوص ان کی رسائی آزاد فکراور روشن خیال شعراء اور ادیبوں کی محفلوں تک تھی،اسی وجہ سے وہ امریکہ کے کھلے ذہن رکھنے والے دانشمندوں کی تحسین کرتی ہیں،اس کے برعکس انھوں نے سامراجی طاقتوں کی خوب مخالفت کیں اور ان کے عزائم کو بڑی فنکاری سے طشت از بام کیا، وہ گلوبلائزیشن کی اصطلاح کی بھی مخالف ہیں اور اسے تیسری دنیا پر قبضہ کرنے کی سامراجی سازش قرار دیتی ہیں۔ ان تمام چیزوں نے ان کی متجسس نگاہ سے کئی پردوں کو ہٹادیا۔ وہ فرماتی ہیں؛

باید اعتراف کنم تا آن زمان نسبت به شبکه های جاسوسی بین المللی و غولی به نام امپریالیزم آگاهی چندانی نداشتم. آن وقت فقط شاه را عامل همه بدبختیها میدانستم و راستش در آمریکا بود که در اثر مراوده و گفتگو با برخی روشنفکران معتهد خصوصاً "شاعران و نویسندگان امریکای لاتین نقش امپریالیزم را آنطور که باید شناختم. (۵)

اسی لیے انھوں نے فن شاعری کو طاغوتیوں کے وحشیانہ افعال کے خلاف ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور عدل و آزادی کے قیام کے لیے حاکم وقت سے نبرد آزما ہوئیں۔اس کے ساتھ ہی انھوں نے عدل وانصاف ،امن و صلح اور انسانیت کی بھی ستایش کی۔

آوارگونه میافتد بیداد / بر روی حنجرهٔ چقخواهی/ بر روی استخوان صدق و صبوری /در طرد این شریر / دستی باید باشد/ دستی ... به اقتدار توکل / دستی که دور میشود از دستگیر ه ها/ دستی که وصل می شود/ به جاودانگی ایمان (۶)

صفارزادہ بساواوقات عملاً قلمی جنگ میں حصہ لیتی ہیں اور حاکمان وقت کو اپنی تیغ انتقاد سے نیست و نابود کردیتی ہیں۔ ان کے سیاسی مسائل اور مشکلات کے خلاف اعتراضات قابل داد ہیں۔ بالخصوص بعض اوقات وہ حاکم پر بے پروا ہوکر حملہ کردیتی ہیں اور سخت الفاظ کا استعمال کرکے اس کے مکروہ چہرے سے نقاب ہٹاتی ہیں۔

در بین یاوران یزید / در بین چاکران شقاوت/ در کوچه های شام/ با عمروعاص بنز/ قرار ملاقات داشتیم/ تو با علی هستی یا با ما/ البته با علی هستم روباه پیر البته با علی هستم/ و کار در سالهای بعد/ بدل شد به کارزار (۷) ۔

صفارزادہ نے اپنی بعض منظومات میں بیرونی سیاسی دباؤ اور اثرات کو بھی بیان کیا ہے؛

ملک از جمیع جہات آبادست/ آباد از نظارات طراحان طرح نمونۂ آبادان / طرح شکنجۂ همگانی/ طرح شکنجہ های نہانی/ معمار خارجی/ بنای داخلی ...(۸)

انھوں نے سامراجی طاقتوں کی سخت مذمت کی ہے اور ان کی ملکی پالیسیوں میں دخل اندازی پر برملا اعتراضات کیے ہیں۔

مرگ طبس/ نشست شورا/ نشست سنا/ چرا عمارت این خانہ / در مظان زلزلہ نیست/ این مردمان سست عناصر/ فسیلهای سنا/ شورا/ در این عمارات محکم چہ می کنند۔ (۹)

معاصر شاعری کا سیاسی رنگ نہضت مشروطہ ہی سے مشخص اور کامل ہوگیا تھا۔ صفارزادہ نے اس رنگ کو تازہ کیا اور اپنی منظومات میں بغیر کسی لحاظ کے اپنے معاشرے کے نشیب و فراز کو پیش کیا اور بڑے دلنشین انداز میں حاکموں کے مکر و فریب کو آشکار کیا۔

دلمان تنگ شده است/ برای خاکی کہ خوب میشناسم/ برای تقلبی کہ خوب میشناسم/ نان / نان خودمان / ہوا/ ہوای صبحگاہی خیابانهای تنگ دیروز خودمان / خواہرم می نویسد کارت پستالهای زیبا بہ مقصد نمی رسند/ اما امنیت نامۂ سفارشی ہم غم انگیزست۔ (۱۰)

وطن پرستی

خانم صفارزادہ کی شاعری کا ایک اہم موضوع وطن ہے۔ عہد مشروطہ سے اہل ایران نے وطن کا جدید تصور اختیار کیا ۔ یقینا وطن سے ہماری مراد قومیت ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ صفارزادہ جس وطن کا ذکر کرتی ہیں، وہ جغرافیائی سرحدوں میں محدود نہیں ہے، بلکہ ان کی نگاہ میں روی زمین ان کا وطن ہےملاحظہ فرمائیے؛

جغرافیای جور و ستم/ اعلام کردہ / فغان و نالہ و افغان هم/ وطن دارند/ در سر زمین فغان و افغان / در افغانستان/ انسان بیگناہ/ کشتار می شود۔(۱۱)

اسی طرح صفار زادہ نے نظم "از معبر سکوت و شکنجہ" میں فلسطینی باشندوں اور نظم ''دلتنگی'' میں ان مصری جانثاروں کا ذکر کیا ہے،جو اسرائیل سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ فرماتی ہیں کہ ہمارے بھائی جو صحراے سینا میں مقتول ہوئے اور ان کی آج کوئی قبر نہیں ہے کیونکہ وادی نیل کے باغات کسی اور کی جاگیر بن گئے ہیں۔

(۱۲) برادران ما در سینا می میرند/ قبری برای آنان نیست/ باغستانهای درہ نیل را/ اجارہ دادہ اند۔

یا

بولدوزر حکومت بیگانہ / در ژالہ / در ویتنام / اجساد کشتگان را بر میداشت/ بولدوزر زمان / تمام حکومت ها را بر میدارد۔ (۱۳)

صفارزادہ کی قوم پرستی کا تصور ان کے متعدد معاصرین سے الگ تھا۔ کیونکہ قومیت کا تصور ایران میں مغرب سے مستعار ہے۔ ایران کے آریاپرست روشن خیال افراد خود کو اسلام کی بجاے قبل از اسلام دور سے منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اس لیے پہلوی دور کے زیادہ تر شاعر عقیدے کے لحاظ سے سیکولر تھے اور قومیت کو بغیر اسلام کے قبول کرتے تھے۔ لیکن صفارزادہ، جہاں سر زمین ایران کو اپنا وطن سمجھتی ہیں ، وہیں ان کا قومی تصور انھیں عالمگیر جہان اسلام سے جوڑتا ہے۔ وہ اسلام سے قبل کے ایران کے متعلق فرماتی ہیں؛

ما ایستادہ بودیم / معصوم و خواب زدہ/ در ہر پگاہ / روح ملول جبار / روح تکیدۂ ترس / کنار سیمتن آز/ از آستان چهل بستر بر می خاست/ کسری چرا چهل بستر/ کسری چرا چهل حاجب/ برزیگران چرا / دریشتها عزیز/ در ایوان خوار۔(۱۴)

خانم طاہرہ صفارزادہ کی اسی فکر کے باعث کچھ ناقدین کی نظر میں ان کی شاعری ایرانیت مخالف ہے۔ اس ضمن میں طاہرہ صفار زادہ فرماتی ہیں؛

یک شرارتی کہ برخی نقد نویسان مزدور اخیراً از عہدہ اش برآمدہ اند ، اینست کہ خواستہ اند بگویند کہ خانم صفارزادہ پیش از " آنکہ یک ایرانی باشد، یک مسلمان است. من در اثر جنگیدن در راہ حق، برای مردم و وطنم، خدا دستم را گرفت و ہدایتم کرد. وقتی در شعر سفر عاشقانہ می گویم؛

و عشق من بہ خاک اسیریست/ کہ چہرۂ یوسف دارد/ و صبر ایوب

از سر زمین و مردم آن دفاع کردہ ام. منتہا اینہا ہمہ چیز را بہ بازی گرفتہ اند و تلقین میکنند کہ ما کاری بہ ایران نداریم و میخواہیم بر اساس اسلام اینترنشنال زندگی کنیم. در صورتیکہ اصلاً اینطور نیست کسی کہ دلش برای وطن سوخت با استعمار (۱۵)" میجنگد. دل من برای ہمہ وطنہا سوخت و خدا ہدایتم کرد.

صفارزادہ کی نظر میں وہ عرب مہاجرین جنھوں نے ایران کو فتح کیا غاصب اور ظالم نہیں ہیں، بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ انھوں نے اسلام کا رحمتوں سے لبریز تحفہ ایرانی عوام کو بخشا. خود فرماتی ہیں؛

/آنہا عرب نبودند آنہا عجم نبودند/ آنہا اہالی ملک حق بودند

(۱۶) آنہا رہا کنندہ/ رہایی بودند.

طاہرہ صفار زادہ ایران پسندی کے تناظر میں ایران پارسی اور ایران اسلامی دونوں کی عظمت کی قائل ہیں. وہ کوروش کبیر کی ماں "ماندانا" کی طرف اشارہ کرتی ہیں، وہ فارسی شاعری اور زبان کو اہمیت دیتی ہیں، یہی نہیں بلکہ ایران کے بلوچی قبائل اور دیہاتوں کے باشندوں کو بھی اپنی شاعری کا جز بناتی ہیں. ان کی نگاہ میں ایران کی نجات کا راستہ یہ ہے کہ وہ قرآن کے مطابق زندگی گزارے، ابولہب کے ہاتھوں کو کاٹ دے اور مغربی استعماریت کے خلاف برسرپیکار رہے،جو ایران اور اسلام کی دشمن ہے.

ماندانا مادر چوپان بود/ و مادر علتہا/ شب شہادت گلہای پارس/ ای عاشقان خط و شعر و زبان پارسی/ ماندانا شاہد بود کہ/ مرد (۱۷) بزم و بطالت بودید/ مرد جشن و جشنوارہ بودید.

خانم طاہرہ صفارزادہ کے تصور قومیت کے متعلق سعد بلوندل لکھتے ہیں؛

ملی گرایی صفارزادہ موضعی ضد امپریالیسم غرب دارد نہ موضع ضد عرب. در این الگوی سیاسی اسلامی کہ جایگزین الگوی غربیست بجای مواجہہ نژادی و ملی بین ایران و عرب، ضدیت با ایدئولوژی امپریالیسم و ماتریالیسم غربیست. در اشعار او عرب حضور دارد. ولی بیگانہ دیدہ نمی شود[...] ہویت او ایرانی است، با وجود این ، ملیت ، زبان، فرہنگ و تاریخش زمینہ ای را (۱۸) ایجاد میکند کہ بہ اسلام روی آورد.

استعمار ستیزی

گذشتہ صدی میں مادی منفعت اور اپنی تہذیب و ثقافت کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کی غرض سے مغربی سامراجی طاقتوں نے دنیا کی کمزور قوموں پر یلغار کردی تھی. ان کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ شاعروں نے حصہ لیا ". ان تحریکوں میں صرف ان شعراء نے حصہ لیا جو "ہنر متعہد

فن مسئولیت(Obligated Art کے قائل تھے.)

چونکہ خانم طاہرہ صفارزادہ بھی شاعر متعہد تھیں ،اس لیے سامراج کا مقابلہ ان کی شاعری کا ایک جز لاینفک ہے. وہ فرماتی ہیں؛

آنہا [استعمارگران] با این شرط کہ مردم مشغول دین خودشان باشند و استعمارگران ہم کار خودشان را بکنند موافقند اما یک موقع (۱۹)آدمی مثل من آنہا را رہا نمی کند. من می آیم و نیروہای نفوذی آنہا را از ہمین جامعہ اسلامی بیرون میکشم.

طاہرہ صفارزادہ نے امریکی فضا میں جو چند سال گزارے تھے، اس نے طاہرہ کی نظر میں وسعت اور قلم میں جولانیاں پیدا کردی تھی ، یہی وجہ ہے کہ وہ سامراجی طاقتوں کی خوب تصویر کشی کرتی ہیں اور ان کے عزائم کو بے نقاب کرکے اپنے قارئین کو بیدار کرتی ہیں.

این کشتہ اہل نازی آباد است/ آن کشتہ اہل دولت آباد/ حلبی آباد/ و این آبادی از قماش ہمان آبادی است/ کہ از دروغ واژۂ عَمَر (۲۰)می آید/ و با وساطت باب استفعال/ بہ تخریب / بہ چپاول/ بہ استعمار می رسد.

یا دوسری جگہ کہتی ہیں؛

مرام سلطہ/ مریض است/ و سلطہ/ این مریض مزمن/ مرض تاریخی/ ارث پلید امارہ است/ درمان و مرگ ندارد/ و این مرض موذی/ آنگونہ زشت و کریہ است/ کہ مرگ ہم گریزان است از او۔ (۲۱)

عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کی اصطلاح طاقتور ممالک نے اختراع کی ہے ۔ طاہرہ صفارزادہ نے اس تصور کی بھی شدید مذمت کی اور اسے تیسری دنیا کو اپنے سامراجی عزائم کا نشانہ بنانے کی سازش قرار دیا۔

سلطہ گران جھانی / با لفظھای سرودہ از طغیان/ در وصف یک تازی در میدان/ رجز می پراکنند/ جھانی سازی/ ہمدستی توانگرھا/ در دفع و طرد حق تھیدستھاست۔ (۲۲)

نتیجتاً صفارزادہ سامراجیوں کو شیاطین سمجھتی تھیں کہ جو باہمی تعاون کے ساتھ دیگر کمزور ممالک کے لیے مشکلیں کھڑی کررہے ہیں۔

و او کہ می دانست/ کہ اتحاد شیاطین/ جداگر نھانی ملتھاست/ نگونگر نظام ہویتھاست/ و پشتوانہ این اتحاد/ بانک نفاق و تزویرست/ کہ در تمام کوچہ و پس کوچہ ھا/ چندین ہزار شعبہ گشودست۔ (۲۳)

وہ اسلامی افکار و نظریات کے ساتھ استعماری طاقتوں کے مد مقابل اٹھ کھڑی ہوئیں اور عوام کو بھی ان سامراجی طاقتوں کے خلاف کمر بستہ ہونے کی ترغیب دی ہے۔

ما/ ایستادہ ایم/ در پای پرچم/ در پای پرچم ھیھات/ ھیھات مِنّ الذلہ/ و پرچم ایستادہ/ زیر پرچم حق/ سردار و سربلند/ و ایستادگی ما/ بہ ایستادگی پرچم/ در زیر پرچم است۔ (۲۴)

انصاف خواہی

عدل و انصاف کی طلب کسی مخصوص انسانی گروہ یا مذہب سے متعلق نہیں ہے۔ ہر انسانی گروہ عدل و انصاف چاہتا ہے۔ صفارزادہ کی نظر میں انصاف یہ ہے کہ تمام انسانوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں، وہ قانون کی نظر میں یکساں ہوں،اور ان کے درمیان مال و منصب کی بنیاد پر کسی طرح کا فرق نہ ہو۔

(۲۵) در مزرعہ/ دستان پینہ بستہ/ اوراد گنگ عدالت را/ پرواز می دھند۔

اس دور میں جب ایران میں زبان بندی یعنی اظہار رائے کی آزادی ممنوع تھی،عدل و انصاف کی بات کرنا آسان کام نہیں تھا۔ ایسے حالات میں کسی شاعر کی کیا مجال تھی کہ وہ ایک مصرع بھی عدل و انصاف کے حق میں لکھ سکے۔ لیکن طاہرہ صفارزادہ نے حالات کی پروا نہیں کی اور عدل و انصاف کے قیام کا جو عہد کیا تھا،اسے پورا کیا۔

نبض مرا بگیر/ ھمھمۂ بودن دارد/ و اشتیاق عدالت/ بودن از انحصار خبر بیرونست/ بودن/ چگونہ بودن/ تاریخ انفجار عدالت را/ تاریخ ہم بہ یاد ندارد۔ (۲۶)

صفارزادہ عدل و انصاف کے لیے اس کشمکش کا سبب ان کا شیعہ ہونا سمجھتی ہیں۔ ان کی راے میں یہ ان کے مذہب کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ فرماتی ہیں؛

علاقہ من بہ مذھب تشیع) ریشہ در عشق من بہ عدالت و بیزاریم از ظلم و مصالحہ دارد۔ اساس و نقطہ قوت فلسفہ شیعہ عشق بہ (عدالت و ستم ستیزی است۔ (۲۷)

اس کا مشاہدہ ان کی کم عمری کی شاعری میں بھی کیا جاسکتا ہے۔

زمستان بار دیگر با توانگر

ہم آھنگ ستم بر بینوا شد

لباس خشم بر تن دیدہ پر کین

برای بینوا محنت فزا شد

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عدل و انصاف اور مساوات و ہم آہنگی کی خواہش خود خالق کائنات نے ان کے دل میں پیدا کی تھی۔ یہی بات بڑی صراحت کے ساتھ ''طنین در دلتا'' اور بعد کے مجموعوں میں نظر آتی ہے۔ وہ محروم و مظلوم ابنائے آدم کو دیکھ کر غمگین ہوجاتی ہیں۔

شاعرانہ مقام

خانم طاہرہ صفارزادہ کے شعری مجموعوں پر غائر نظر ڈالنے سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ انھوں نے معاصرین سے الگ راہ اپنائی تھی۔ وہ جس زاویئے سے دنیا کا مطالعہ کرتی ہیں اس اعتبار سے انکی بے چین طبیعت کو کہیں قرار نہیں آیا، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کسی بھی اسلوب کی پیروی پر اکتفا نہیں کیا اور ساختی لحاظ سے بھی نئے تجربے کیے اور شعر طنین کا نظریہ عملی طور پر پیش کیا ،اسی طرح موضوعاتی لحاظ سے طرز نیمائی اور شعر سپید میں مذہبی افکار کو پیش کیا ۔ اگرچہ ان کی تقلید نہیں کی گئی،مگر انھیں صاحب سبک شاعرہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ محمد رضا عبد المالکیان کہتے ہیں؛

در تابستان 1366 مجموعه ۶کتاب شعر طاهره صفارزاده که کارنامه سال های پیشین اوست دیگر بار و همچنین دو مجموعه جدید ایشان با نام های "مردان منحنی" و "دیدار صبح" یکجا چاپ و منتشر می شود که متأسفانه مطبوعات و دیگر رسانه ها بر این رویداد مهم هنری توجهی در خور انتظار نشان نمی دهند و خواست درونی قشر و سیع طالبان شعر امروز را بی پاسخ می گذارند. به ویژه آن که سبک و شیوه نوین شعر صفارزاده شایستگی و سزاواری های فراوانی را با خود دارد که برای ارتباط و پیوند در خور با خوانندگان و خواهندگان شعر امروز، نیازمند توجه منتقدان و صاحب نظران وارسته است، تا ارزش نو آفرینی های او را گره بگشایند و شگرد و ویژگی های کار او بر شعر خوانان روشن نمایند.(۲۸)

اسی طرح شعر طنین کے متعلق یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ ان کی اختراع ہے۔

طاهره صفّارزاده در زمینه شعر و شاعری هم در سایه مطالعات و تحقیقات ادبی در زمینه شعر امروز، به معرفی زبان و سبک جدیدی از شعر توفیق یافت که عنوان "شعر طنین" بر آن نهاد؛ زمزمه ای روشن فکرانه که بی دغدغه وزن، با استعاره ای روشن، حرکتی در ذهن خواننده آغاز کند. این قبیل شعرهای صفّارزاده، با توجه به درون مایه های خود، از گونه شعر مقاومت دینی و طنز سیاسی به شمار می آمد و حکومت پسند نبود. ازاین رو، شعر طنین در آغاز بسیار بحث انگیز شد. سرانجام در سال ۱۳۵۵ به جرم سرودن شعر مقاومت دینی و امضا نکردن برگه عضویت اجباری در حزب رستاخیز، از دانشگاه اخراج شد.(۲۹)

ایران میں ان کے اسلوب کی تقلید نہیں کی جا سکی اور یہی وجہ ہے کہ انھیں منفرد صاحبِ اسلوب شاعرہ تسلیم کیا جاتا ہے'

آج ایران کے جملہ شعراء میں وہ فکری شاعری کے لحاظ سے ممتاز مقام رکھتی ہیں اورفن شاعری میں معتبر تسلیم کی جاتی ہیں ۔ ان کے بلند مقام کا اعتراف بیشتر ادبا اور شعراء نے کیا ہے۔

حوالہ جات:

۱. https://urdu.tebyan.net/index.aspx?pid=154900

۲. ص ۲۱، ۱۳۸۸ :نبضم را بگیر ، همهمه بودن دارد، منیژه ارمین ، فاطمه ابراهیمی،

۳. ص ۲۱، ۱۳۸۸ :نبضم را بگیر ، همهمه بودن دارد، منیژه ارمین ، فاطمه ابراهیمی،

۴. ص 44، ۱۳۸۸ :نبضم را بگیر ، همهمه بودن دارد، منیژه ارمین ، فاطمه ابراهیمی،

۵. بیدار گری در علم و هنر :شناخت نامه طاهره صفارزاده، محمد علی رفیعی، ص۷۱

دیدار صبح، طاہره صفارزاده، ص۷۲ .۶

مردان منحنی، طاهره صفارزادھ، ص۱۶. ۷

بیعت با بیداری، طاهره صفارزادھ، ص۱۴۹. ۸

همان، ص۲۱ .۹

سد و بازوان، طاہره صفارزاده، ص۳۳. ۱۰

۴۷ روشنگران راه، طاہره صفارزاده، ص. ۱۱

سد و بازوان، ص۳۴. ۱۲

بیعت با بیداری، ص۳۴. ۱۳

۱۵-سفر پنجم، ص۱۴. ۱۴

فصلنامہ شعر، شماره ۳۷، تابستان ۱۳۸۳، سالار صبر، طاہره صفارزاده، ص۱۶. ۱۵

۲۶ سفر پنجم، ص. ۱۶

ہمان، ص۴۹. ۱۷

۱۰۴ عرب ستیزی در ادبیات معاصر ایران، جویا بلوندل سعد، ترجمہ: فرنساز حائری، ص. ۱۸

فصلنامہ شعر، شماره ۳۷، تابستان ۱۳۸۳، سالار صبر، طاهره صفارزادھ، ص۱۶ .۱۹

بیعت با بیداری، طاهره صفارزادھ، ص۵۰ .۲۰

روشنگران راه، ص۴۵ .۲۱

از جلوه های جہانی، طاہره صفارزاده، ص۶۱ .۲۲

۲۸-دیدار صبح، طاہره صفار زاده ص۲۷ .۲۳

روشنگران راه، طاہره صفارزاده، ص۸۶ .۲۴

دفتر دوم، طاہره صفارزاده، ص۲۲ .۲۵

سفر پنجم، طاہره صفارزاده، ص۴۴ .۲۶

بیدار گری در علم و هنر :شناخت نامہ طاہره صفارزاده، محمد علی رفیعی، ص۳۲۸ .۲۷

۲۸. http://www.hawzah.net

۳۳ طوبی، اردی بهشت و خرداد ۱۳۸۸، شماره .۲۹